Oriental College Magazine, Vol.101, No. 03, Serial No. 381, 2025

دیوناگری رسم الخط: تعارف اور ابتدائی درس و تدریس

تنویر غلام حسین، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
سکول آف اردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

Devanagari Script: Introduction and Basic Teaching

Tanveer Ghulam Hussain, PhD
Assistant Professor of Urdu
School of Urdu, Minhaj University Lahore

Abstract

This article reviews the introduction to the Hindi script and its historical evolution. The importance of the Devanagari script can be gauged from the fact that knowing the Devanagari script is very important for understanding Hindu civilization and culture. If we examine the beginning and development of the Hindi language from a linguistic perspective, then the Hindi language is related to the ancient Sanskrit language of India. This is why the Devanagari script is called the modified form of the Sanskrit script. The structure of the Devanagari script, its alphabets and its features are presented in detail in the article. In addition, a brief review of Hindi grammar is also presented. In the context of Hindi teaching, this article has written the names of Hindi days, weeks, months, directions, as well as Hindi numerals. The main purpose of writing this article is to make the introduction and understanding of the Hindi script easy and useful for new learners.

Keywords:
Hindi script, Devanagari script, Alphabets, Sanskrit language, Hindi grammar, India

دیوناگری (देवनागरी) رسم الخط برصغیر کا ایک اہم اور قدیم تحریری نظام ہے جو سنسکرت، ہندی، مراٹھی، نیپالی اور کئی دیگر زبانوں کو لکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ بائیں سے دائیں لکھا جاتا ہے جیسے انگریزی زبان۔اس کی خصوصی پہچان اس کے اوپر کے افقی خط، یعنی شیرو ریکھا (शिरोरेखा) سے ہوتی ہے۔ دیوناگری رسم الخط ہندوستانی ثقافت اور مذہبی کتابوں (جیسے وید، پُران، گیتا، رامائن، مہا بھارت) کے لیے بہت اہم ہے۔اس کی خوبصورتی اور منظم ساخت نے اسے دنیا کے اہم رسم الخطوں میں شامل کر دیا ہے۔ اس رسم الخط کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی زبانوں اور ثقافت کو سمجھنے کے لیے دیوناگری زبان کا جاننا بہت فائدہ مند ہے۔علاوہ ازیں ناگری رسم الخط ہندو تہذیب و ثقافت اور زبانوں کا ایک اہم حصہ بھی ہے۔ اس رسم الخط کی تاریخ اور ارتقائی دور کا مختصر جائزہ اس مضمون میں پیش کیا جارہا ہے۔لیکن اس سے پہلے لفظ رسم الخط کے مباحث، خاص طور پر معنی دیکھیں تو اس سے مراد وہ نقوش اور علامتیں ہیں جنھیں حروف کا نام دیا جاتا ہے۔رسم الخط کسی زبان کو تحریری صورت دینے سے وجود میں آتا ہے اور دنیا کی ہر زبان کا اپنا ایک تحریری نظام ہوتا ہے جس کے تحت الفاظ اور حروف کی صحیح بصری نمائندگی، رسم الخط کہلاتی ہے۔مثلاً جب ہم ابجدی تحریر کو ایک تحریری نظام قرار دیتے ہیں تو اس نظام کے تحت لکھی جانے والی عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں کی تحریروں کے لیے ہم 'رسم الخط' کا لفظ استعمال کریں گے۔زبان خود کیا ہے؟ یہاں اس کی مختصراً وضاحت ضروری ہے۔زبان مجموعۂ الفاظ کو کہتے ہیں اور الفاظ اصوات سے مرکب ہیں، اصوات ان تصاویر، خطوط اور نشانات پر مشتمل ہیں جو ارتقا کی منازل طے کر کے حروف کے نام سے آج ہمارے سامنے ہیں اور یہی حروف کسی زبان کے تلفظ کی ادائیگی اور معنی کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔انھی حروف کی مربوط صورت کسی زبان کا 'رسم الخط' کہلاتی ہے۔یعنی یہ مسلّم ہے کہ رسم الخط کسی بھی زبان کا بنیادی جزو ہوتا ہے جس کے بغیر کسی زبان کا تصور ناممکن ہے۔رسم الخط اور زبان کے باہم تعلق کو ڈاکٹر شوکت سبزواری جسم اور جان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "یوں تو روح کے لیے ہر جسم برابر ہے، کوئی بھی ہو، جسم اگر صالح، توانا اور کامل ہے تو روح کو ترقی کرنے اور اندرونی توانائی حاصل کرنے کی بڑی آسانیاں ہیں۔زبان کو بھی رسم الخط چاہیے وہ رسم الخط کی محتاج ہے اور رسم الخط کی صلاحیت اور کاملیت کا اثر زبان پر بھی پڑتا ہے۔ایک اور مثال درخت وزمین کی ہے۔درخت کو زبان سمجھیے اور زمین کو رسم

الخط۔ درخت ایک خاص قطعہ زمین سے متعلق ہوتا ہے جس میں اس کی جڑیں پیوست ہوتی ہیں۔ درخت کی نشو نما میں ایک قطعۂ زمین کا بڑا دخل ہوتا ہے، رسم الخط کو زبان کی نشو نما میں تو کوئی دخل نہیں لیکن وہ زبان کے مزاج اس کی گونا گوں تبدیلیوں اور ارتقائی منزلوں کا حامل ہوتا ہے۔ رسم الخط زبان کا آئینہ ہے۔ جس میں اس کے خط وخال نظر آتے ہیں۔ اس کی زندگی کا مقیاس ہے، ایک کتاب ہے جس میں زبان کی پوری تاریخ لکھی ہوتی ہے۔ درخت جو زمین میں جڑ پکڑ چکا ہے آسانی کے ساتھ اکھاڑا نہیں جاسکتا اور اگر کسی تختۂ زمین سے اکھاڑ کر دوسری جگہ اس کو جما دیا جائے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درخت خشک ہو جاتا ہے اور اگر دوسری جگہ جم بھی جاتا ہے تو اچھے پھل نہیں دیتا۔ یہ اثر اس زمین سے الگ کرنے کا ہوتا ہے جہاں وہ عرصہ سے لگا ہوا تھا۔(۱)

درج بالا اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ زبان اور رسم الخط باہم لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں ایک دوسرے سے الگ کر کے کسی زبان کو ترقی نہیں مل سکتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی زبان کی ترقی میں رسم الخط بنیادی حیثیت کا حامل ہوتا ہے جو اُس کی پہچان کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی زبان کے رسم الخط کو کسی دوسری زبان پر لاگو بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیوں کہ رسم الخط کے ذریعے ہی کسی زبان کی بقا ممکن ہے۔ بقول پروفیسر فرمان فتح پوری:

"ایک زبان کا رسم الخط دوسری زبان پر منطبق نہیں ہو سکتا، اور نہ پختہ ومقبول ہو جانے کے بعد کسی زبان کا رسم الخط غیر ضروری اصطلاحات وترمیمات کو قبول کر سکتا ہے اور اگر اس میں کسی سبب سے تبدیلیاں لائی گئیں تو پھر وہ زبان اپنے وجود کو من وعن قائم نہ رکھ سکے گی اور اس کا سرمایہ تباہ ہو جائے گا۔"(۲)

لسانی تناظر سے ہندی زبان کے آغاز وارتقا کا جائزہ لیا جائے تو ہندی زبان (دیوناگری) کا تعلق ہندوستان کی قدیم زبان سنسکرت سے جاملتا ہے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ سنسکرت زبان ہندوستان کی قدیم ترین زبان ہے اور اہلِ ہنود کا قدیم تاریخی اور مذہبی سرمایہ اسی زبان میں ملتا ہے۔ عمومی طور پر سنسکرت زبان کی دو اہم شاخیں کلاسیک سنسکرت اور ویدک سنسکرت ہیں، جس میں اس زبان کا ارتقا ہوا۔ کلاسیک سنسکرت کا تعلق ادب سے ہے اور اس زبان کے ماہر قواعد دان پانِنی نے چوتھی صدی قبل از مسیح میں اس کا باقاعدہ معیار قایم کیا۔ سنسکرت کا یہی روپ ہندوستان کی دیگر زبانوں پر بھی اثر انداز ہوا ہے۔ جب کہ ویدک، سنسکرت زبان کا وہ روپ ہے جس کی تاریخ دو ہزار قبل از مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ ہندوؤں کا وید نامی صحیفہ بھی اسی

زبان میں ہے۔ وقت کے ساتھ مقامی بولیوں نے جب تحریر کی صورت اختیار کی تو مختلف پراکرتیں وجود میں آئیں اور یہی پراکرتیں شمالی ہندوستان کی زبانوں کے ماٰخذ شمار کی جاتی ہیں۔

ماہرینِ لسانیات نے بھی ہندوستان کی آریائی زبانوں کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ ایک وہ دور جس میں ویدی سنسکرت کا عروج ہوا۔ یہ عہد کم و بیش ۱۵۰۰ سے پانچویں صدی قبل مسیح تک قایم رہا اور اسے قدیم ہند آریائی دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسرا وہ دور جس میں پراکرت زبانوں نے رواج پایا، ان میں پالی، اشوک کے کتبے اور اس دور کے مذہبی ادب کی زبانیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ درمیانی عہد تقریباً ۵۰۰ قبل مسیح سے ۱۰۰۰ء تک رہا اور تیسرا دور جو اس زمانے کے بعد شروع ہوتا ہے جدید ہند آریائی دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس عہد میں پراکرتوں کا زوال ہوا اور مختلف ادبی بولیاں اور اپ بھرنش زبانیں رائج ہوئیں پھر ان اپ بھرنش زبانوں سے دوسری بھاشائیں نکلیں اور ان کے کئی روپ سامنے آئے۔ (۳)

سنسکرت زبان کے حوالے سے یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ہمیں ہندستان کی قدیم تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے کے رہنے والوں نے مذہبی، معاشرتی یا تجارتی حوالے سے دوسری قوموں سے تعلقات قایم نہیں کیے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کا قدیم مذہب کسی بھی ایسے فرد کو جو ہندو دھرم کے گھرانے میں پیدا نہیں ہوتا، اسے اپنے اندر جذب کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم باشندوں (اہلِ ہنود) کے اسی طرزِ عمل کی وجہ سے ہندوستان کے علاوہ دُنیا کے کسی خطے پر ہندو تہذیب و تمدن کے آثار نہیں ملتے ہیں۔ ہندوؤں کے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ہی ان کی مادری زبان سنسکرت بین الاقوامی استعداد پیدا نہ کر سکی اور صرف اسی خطے تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اس کی بین وجہ بھی یہ تھی کہ سنسکرت کو بنیادی طور پر مقدس اشلوکوں کی خاص علمی زبان کا درجہ حاصل تھا اور عوام کا اس سے تعلق نہ ہونے کے برابر تھا۔ ہندوستان کی قدیم داستانیں بھی رامائن، مہابھارت اور بھگوت گیتا سے ہی اخذ کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ مندروں میں ان مقدس کتابوں کو صرف سنسکرت زبان میں ہی پیش کیا جاتا تھا اور اس زبان کو بولنے اور سمجھنے والے بَراہمن یا پنڈت یعنی اونچی ذات کے ہندو تھے۔ دوسری طرف ہندو دھرم کی رسومات مثلاً شادی بیاہ، موت، پیدائش یا دیگر تقریبات میں عبادت وغیرہ بھی اسی زبان میں کی جاتی تھی اور عام لوگوں کی اس زبان سے آشنائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہندو دھرم کی اس مقدس زبان کو نیچی ذات کے لوگوں یا کم تر عوام کے لیے جاننا بھی ممنوع تھا۔ ہندوستان، خصوصاً ہندوؤں میں ذات پات کا نظام ہمیشہ سے سخت گیر رہا ہے۔ آج بھی یہ نظام بھارت میں 'دلت عوام' کے روپ میں موجود ہے۔ سنسکرت زبان کے

حوالے سے یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ سنسکرت زبان نے اپنے ارتقا کے دوران ہندوستان کی غیر ہند آریائی بولیوں کے اثرات اپنے اندر جذب کیے جس سے اس وقت اس زبان کی افزودگی ہوتی رہی۔

دوسری طرف دیکھا جائے تو ہندوستان کے عام لوگ ملی جُلی زبانیں بولتے تھے جن کا کوئی رسم الخط نہیں تھا۔ واضح رسم الخط صرف ایک ہی تھا جو مقدس اشلوکوں کے لیے استعمال ہوتا تھا یعنی وہ سنسکرت میں تھے، یوں دیکھا جائے تو بنیادی طور پر پورے ہندوستان میں ایک سنسکرت رسم الخط رائج تھا، جس کی اصلاح شدہ شکل موجودہ دیوناگری رسم الخط کو کہا جاسکتا ہے۔ باقی تمام بولیوں کے لیے کوئی واضح رسم الخط نہیں تھا۔ سنسکرت میں رسم الخط کے لیے लिपि (لپی) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور دیوناگری زبان کے لیے بھی یہی مستعمل ہے۔ دیوناگری لپی یا رسم الخط کا تعلق سنسکرت سے وجود پانے والی پراکرتوں مثلاً پالی، ماگدی، شورسینی وغیرہ اور ان سے نکلنے والی اَپ بھرنش بولیوں سے جاملتا ہے۔ اِنھی اَپ بھرنش بولیوں سے ہندوستان کی دیگر زبانیں مثلاً بنگالی، بہاری، بھوج پوری، کھڑی بولی، پنجابی، سندھی، گجراتی، مرہٹی وغیرہ نے فروغ پایا۔ ہندی زبان کی ابتدا سے متعلق آسان لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی ایک اَپ بھرنش ہندی زبان کی اساس بنی ہو گی۔ ہندی زبان کے ابتدائی نقوش کے حوالے سے محمد حسن لکھتے ہیں:

> ”ہندی زبان وادب کے ابتدائی نقوش ہمیں اس دور سے ملتے ہیں جب پراکرتوں کا زوال ہو چکا تھا اور مختلف اپ بھرنش زبانیں ملک میں رائج ہو چکی تھیں ان اپ بھرنش زبانوں میں عام بول چال کے الفاظ اور روزمرہ کے رواج پانے سے ہمیں ابتدائی ہندی کی جھلکیاں نظر آنے لگتی ہیں۔"(۴)

گریرسن ہندی رسم الخط کا ماخذ کھڑی بولی کو کہتے ہیں۔ اُن کے خیال میں:

> ”کھڑی بولی کے دو روپ ہیں۔ اردو اور ہندی، اردو اس روپ کا نام ہے جس میں فارسی عربی الفاظ آزادی سے استعمال ہوتے ہیں اور جو فارسی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے اور ہندی روپ سنسکرت آمیز ہے، جو فارسی سے عاری ہے اور جس کے لیے ناگری رسم الخط استعمال کیا جاتا ہے۔"(۵)

دیوناگری رسم الخط کے ارتقائی سفر کے متعلق بیان میں سید مسعود حسن رضوی کا ایک اقتباس بھی اہمیت کا حامل ہے جس میں اس بات کی وضاحت بخوبی ہوتی ہے اور جسے گریرسن نے بھی بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندی زبان اور اردو زبان کا امتیاز اور ابتدا کا تصور بھی واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں قایم ہوا اور وہاں اردو نثر کی متعدد کتابیں لکھی جا چکیں تو انگریزوں کی تجویز سے پہلی کتاب ایسی اردو میں لکھی گئی جس میں سے فارسی، عربی کے کچھ الفاظ نکال کر ان کی جگہ سنسکرت اصل کے لفظ رکھ دیے گئے اور اس کے لیے ناگری رسم الخط اختیار کیا گیا۔ کچھ زمانے کے بعد اس نئی شکل کی اردو کو رائج الوقت اردو سے ممیز کرنے کے لیے ہندی کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ہندی کے معنی میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ شمالی ہندی کی ان تمام زبانوں پر حاوی ہو گیا جو ناگری حرفوں میں لکھی جاتی ہیں۔ ایک مدت کے بعد یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندی کی اس شکل کو جس کی بنیاد فورٹ ولیم کالج میں پڑی تھی، برَج بھاشا، اودھی، بھوج پوری، راجستھانی، میتھلی وغیرہ سے ممتاز کرنے کے لیے اس کا کوئی مخصوص نام ہونا چاہیے اور کھڑی بولی اس کا نام قرار دیا گیا۔ وہ ہندی جو اردو کے مقابلے میں سارے ہندوستان کی زبان بننے کا دعویٰ کرتی ہے یہی کھڑی بولی ہے۔"(۶)

دیوناگری رسم الخط کا ارتقائی مطالعہ کیا جائے تو فورٹ ولیم کالج کے قیام سے پہلے ہندوستان کے کئی علاقوں میں کسی حد تک مروج ضرور تھا لیکن اس کی نشوونما کو زیادہ تقویت اسی کالج نے پہنچائی، اس سے پہلے یہ خط ایک بولی کی ضرورت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اور اس کی کوئی ادبی اہمیت نہیں تھی۔ اس لیے یہ کہنا بھی درست فعل نہیں ہے کہ اس رسم الخط کی ایجاد میں فورٹ ولیم کالج کا عمل دخل ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کالج سے اس خط کی بنیاد مستحکم ہوئی اور یہ خط نکھر کر سامنے آیا اور یہ بھی تاریخی تناظر سے مسلّم ہے کہ اس سے پہلے اس خط کی کوئی ادبی حیثیت نہیں تھی۔ ہندی ادب کے معروف تاریخ نویس رام چندر شُکل، "ہندی ساہتیہ کا اِتہاس" میں ہندی زبان کے ارتقا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ فورٹ ولیم کالج سے پہلے ہندی کی بولیوں میں برَج بھاشا ادبی زبان تھی۔ کھڑی بولی کو ادب کے شایانِ نہ سمجھا گیا تھا لیکن اس کا وجود تھا ضرور اور اس میں کچھ نہ کچھ ادب بھی تھا۔ آگے وہ اس ادب کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں یہ تفصیل اختصار کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے:

۱۵۰۰ء سے پہلے کھڑی بولی ہندی کا سرمایہ:

(۱) اَپ بھرنش کویوں (شاعروں) کے کلام میں کھڑی بولی کی جھلک۔ اس سلسلے میں بجزیانی سدھ اور ناتھ پنتھی جوگیوں کے دوہے (۷۰۰ء تا ۱۳۰۰ء) قابلِ ذکر ہیں۔ بعد میں ان کی زبان اَپ بھرنش کے بجائے قدیم ترین کھڑی بولی ہو گئی۔

(۲) بیل دیو راسو اور پر تھوی راج راسو کے بعض حصّے جو کھڑی بولی میں ہیں۔

(۳) پر تھوی راج کے دس پر وانے۔ بیشتر علما انھیں جعلی مانتے ہیں۔

(۴) خسرو کی شاعری۔

مذکورہ بالا میں سے کسی ادب پارے کا قدیم نسخہ نہیں ملتا۔ یہ صدیوں تک زبان پر جاری رہنے کے بعد معرضِ تحریر میں لائے گئے۔ اس لیے ان کی موجودہ شکلیں بہت مشتبہ ہیں ان کے بیشتر اجزا الحاقی ہیں۔

(۵) نامدیو اور کبیر کی شاعری۔ کبیر کا وہ کلام جو گرنتھ صاحب میں ہے یقیناً مستند ہے۔

ان ٹکڑوں کے علاوہ رام چندر شُکل ۱۵۰۰ء کے بعد اور فورٹ ولیم کالج سے پہلے، ہندی ادب کی مسلم الثبوت متاع میں جن ادب پاروں کو رکھتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) گرونانک کی کھڑی بولی کی شاعری۔

(۲) عہدِ اکبری میں گنگ کوی کا رسالہ 'چند چھند برنن کی مہا' نثر۔

(۳) شواجی کے مدّاح بھوشن کے کلام میں کھڑی بولی کے بعض حصّے۔

(۴) ۱۷۴۱ء میں رام پرساد نرنجنی کی بھاشا یوگ واشسٹ، نثر۔

(۵) ۱۷۶۱ء میں مدھیہ پردیش میں پنڈت دولت رام کا ترجمہ چین پدم پُران، نثر۔

(۶) ۱۷۷۳ء اور ۱۷۸۳ء کے بیچ راجستھان کے کسی مصنف کا رسالہ منڈ دور کا ورنن۔ بول چال کی نثر میں۔

(۷) اٹھارویں صدی کے آخر میں منشی سدا سکھ نیاز کا سکھ ساگر، نثر۔

فورٹ ولیم کالج میں آگرہ کے للولال نے کاظم علی جوان کی شراکت سے شکنتلا اور بیتال پچیسی کا، اور مظہر علی ولا کی شراکت سے قصہ مادھونل و کام کندلا اور سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ کیا۔ ان کے علاوہ ہندی میں پریم ساگر لکھی۔ ان میں سے بیتال پچیسی اور سنگھاسن بتیسی اردو اور ناگری دونوں میں شائع ہوئیں۔ رام چندر شُکل رقم طراز ہیں کہ پریم ساگر سے پہلے کی چاروں پستکیں (کتابیں) بالکل اردو میں ہیں۔ بہار کے سدل مسر نے پاکھیان لکھی اور کالج کے باہر انشا نے اردو ہندی کی مشترکہ کتاب رانی کیتکی کی کہانی لکھی ۔اس کے بعد عرصے تک ہندی ادب کے افق پر سناٹا ہے۔ جس کا اعتراف شُکل ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ۱۸۰۳ء اور ۱۸۵۸ء کے بیچ کا دور نثر نگاری کے اعتبار سے بالکل صفر ہی ہے۔(۷) بعض مستشرقین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ فورٹ ولیم کالج سے پہلے ہندی (دیوناگری زبان) کا کوئی ادبی وجود نہ تھا۔ اس حوالے

سے اے ہسٹری آف ہندی لٹریچر کے مصنف ایف۔ای۔کے (F.E.Key) لکھتے ہیں:

> "A literary Language for Hindi speaking people which could command itself more to Hindus was very desirable and the result was obtained by taking Urdu and expelling from it words of Persian or Arabic origin and substituting for them words of Sanskrit or Hindi origin."(8)

ہندی زبان اور اس کے رسم الخط کے ارتقا کے اجمالاً جائزے کے بعد ذیل میں ہندی رسم الخط یعنی دیوناگری لپی کی ساخت اور اس رسم الخط کی کچھ اہم خصوصیات کو زیرِ بحث لایا جارہا ہے۔ ہندی حروفِ تہجی جسے ہندی وڑن مالا (हिन्दी वर्णमाला) یا اکشر مالا کہتے ہیں، حروف اور ماتراؤں (حرکات) کے مجموعے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں دیوناگری خط میں الفاظ کے اوپر ایک عمودی خط (-) ہوتا ہے جسے شیر وریکھا کہتے ہیں۔ یہ خط حروف کو جوڑتا ہے، جیسے: हिन्दी (ہندی)۔ اس حروفِ تہجی میں تیرہ حروفِ علت (स्वर)، تینتس حروفِ صحیح (व्यंजन) اور چار حروفِ مرکب (संयुक्त व्यंजन) ہیں جو کُل پچاس حروف بنتے ہیں۔ ان حروف کی تحریری صورت کو وضاحت کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

حروفِ علت (स्वर) **سور، انگریزی میں (vowels):**

अ आ इ ई उ ऊ ऋ ए

ऐ ओ औ अं अः

دیوناگری میں حروف علت کو الگ لکھنے کے بجائے حروف صحیح کے ساتھ جوڑ کر لکھا جاتا ہے، جیسے:

۱ - क(ک) + ई(ی) = की(کی)۔

۲ - म(م) + ओ(و) = मो(مو)۔

حروفِ علت کی علامت یعنی ماترا (मत्रा) کی مزید وضاحت ہندی حروف کے تعارف کے بعد پیش کی جائے گی۔

حروفِ صحیح (व्यंजन) ویانجن، انگریزی میں (Consonants)

ہندی حروفِ صحیح میں پہلے ۲۵ حروف "سپرش ورڑن" (स्पर्शवर्ण) کہلاتے ہیں اور یہ پانچ سیٹوں کی صورت میں منقسم ہوتے ہیں۔ انھیں ہندی زبان میں "سپرش ورگ" (स्पर्शवर्ग) بھی کہتے

ہیں۔انھیں ان کے تلفظ کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے، جیسے حروفِ حلقی، حروفِ تالوی وغیرہ۔بعد میں آنے والے چار حروف"انتستھ ورڑن"(अन्त:स्थवर्ण)یا"انتستھ ورگ"(अन्त:स्थवर्ग)، اور اس کے بعد آنے والے چار حروف"اوشم ورڑن"(ओशमवर्ण)یا"اوشم ورگ" (ओशमवर्ग) کہلاتے ہیں۔

پہلے سپرش ورڑن(स्पर्शवर्ण)جو پانچ ورگوں میں منقسم ہیں اور ہر ورگ میں حرف بھی پانچ ہیں ،اردو اور ہندی رسم الخط دونوں میں رقم کیے جارہے ہیں:

ا۔پہلا ورگ کا، क (کَ) سے آغاز ہوتا ہے اور یہ **'کوَرگ'**(कवर्ग) کہلاتا ہے۔کورگ کے پانچ عدد ہیں ان اعداد کو حلق یعنی گلے سے ادا کیا جاتا ہے جسے عربی میں حروفِ حلقی کہتے ہیں۔یہ اکشر درج ذیل ہیں:

کَ क کھ ख گ ग گھ घ ڑن ङ

۲۔دوسرے ورگ کا،च۔(چ)سے آغاز ہوتا ہے اور یہ **'چوورگ'**(चवर्ग) کہلاتا ہے۔ان کی تعداد بھی پانچ ہے۔ان اکشروں کی تالو کے اگلے والے حصے پر زبان لگانے سے ادائی ہوتی ہے۔یعنی یہ اکشر تالو کے اگلے حصے سے نکلتے ہیں۔اکشر دیکھیے:

چ च چھ छ ج ज جھ झ نیاں ञ

۳۔تیسرا ورگ ،ट۔(ٹ)سے شروع ہوتا ہے اور یہ **'ٹورگ'**(टवर्ग) کہلاتا ہے۔ان کی تعداد بھی پانچ عدد ہے۔یہ اکشر تالو کے درمیان والے حصے پر زبان لگانے سے ادا ہوتے ہیں۔ یعنی یہ اکشر تالو کے درمیانی حصے سے نکلتے ہیں۔اکشر ملاحظہ کیجیے:

ٹ ट ٹھ ठ ڈ ड ڈھ ढ ڑن ण

۴۔چوتھے ورگ کا،त ۔(ت)سے آغاز ہوتا ہے اور **'تورگ'**(तवर्ग) کہلاتا ہے۔وئینجن میں تورگ بھی پانچ عدد ہیں۔ان کو بولنے کے لیے دانتوں سے مدد لی جاتی ہے۔یعنی ان کو ادا کرنے کے لیے زبان کو دانتوں کے اندرونی حصے کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔یوں ان حروف کی ادائی ممکن ہوتی ہے۔تورگ کی تفصیل درج ذیل ہے:

ت त تھ थ د द دھ ध ن न

۵۔پانچویں ورگ کا،प ۔(پ) سے آغاز ہوتا ہے اور یہ **'پاورگ'**(पवर्ग) کہلاتا ہے۔ وئینجن کے یہ اکشر ہونٹوں کو باہم ملانے سے ادا ہوتے ہیں۔یعنی ان حروف کی آواز ہونٹوں کو باہم ملانے سے ادا ہوتی ہے۔ پورگ اکشروں کی تعداد بھی پانچ ہے اور ترتیب درج ذیل ہے:

پ   प   پھ   फ   ب   ब   بھ   ब   م   म

وئینجن میں بعد کے آٹھ اکشر مختلف طریقوں سے بولے جاتے ہیں۔عام طور پر ان وئینجنوں کو چار چار اکشروں کے دو سیٹوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ان دونوں سیٹوں کو ذیل میں ترتیب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

پہلے آنے والے چار حرف 'انتستھ ورڑن'(अन्त:स्थवर्ण) کہلاتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ی   य   ر   र   ل   ल   و   व

ان کے بعد مزید چار حرف ہیں جو 'اوشم ورڑن'(ओशमवर्ण) کہلاتے ہیں۔ان میں شامل حروف درج ذیل ہیں:

ش   श   شّ   ष   س   स   ہ   ह

حروفِ مرکب(संयुक्त व्यंजन)**سنیکت وئینجن ،انگریزی میں (Compound Consonants)**

حروفِ مرکب چار اکشر ہیں۔یہ دو آوازوں سے مل کر بننے والے اکشر ہیں۔سَن یُکت اکشر میں آدھا اور پورا اکشر مل کر ایک اکشر بنتا ہے۔ہندی کے حروفِ مرکب درج ذیل ہیں:

گین   ज्ञ   تر   त्र   کش   क्ष   شر   श्र

اردو زبان میں حروفِ مرکب کی ان درج بالا آوازوں کا کوئی متبادل حرف نہیں ہے اور خود ہندی زبان میں بھی یہ آوازیں ادائی کے لحاظ سے بہت پُر تکلف ہیں۔ان کا لکھنا اور پڑھنا اہلِ زبان کے لیے بھی کٹھن ہے کیوں کہ ان کی ادائی کے لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض حروف جب دوسرے حروف سے ملتے ہیں تو ان کی شکل بدل جاتی ہے، جیسے:

۱ - र्(ر)+म(م)=र्म۔

۲ -क्(ک)+ष(ش)=क्ष(کشَ)۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ क کے نیچے حلنت لگا کر اُسے آدھا کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہ بات غور طلب ہے کہ جس بھی اکشر کے نیچے حلنت یعنی (्) لگایا جائے گا وہ اکشر آدھا بولا اور پڑھا جائے گا۔ جیسے क्(ک) + ष(شَ) = क्ष(کشَ) اکشر بنتا ہے۔ اس کا استعمال بھی زیادہ تر سنسکرت کے لفظوں کے لیے کیا جاتا ہے۔

حروفِ علت کی علامت یعنی ماترا (मत्रा) (حرکت):

دیوناگری میں حروف کے ساتھ ماترا (मत्रा) لگا کر آوازوں کو بدلا جاتا ہے، جیسے:

क (ka) + ा (ā) = का (kā)

म (ma) + ि (i) = मि (mi)

ہندی کے ۱۳ حروفِ علت یعنی سور (स्वर) کے لیے بھی الگ الگ علامتیں استعمال ہوتی ہیں جنھیں ماترائیں کہا جاتا ہے۔ ہر حرف کے لیے الگ ماترا یعنی علامت ہے۔ یہ ماترائیں حروفِ صحیح کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں۔ یہاں ہندی (स्वर) حروفِ علت کی علامت کو مزید وضاحت کے لیے اردو نقلِ حرفی کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے تاکہ پوری طرح وضاحت ممکن ہوسکے۔

ہندی سور (स्वर) حروفِ علت کی علامت رومن اور اردو نقلِ حرفی میں:

۱۔ अ a (ا)	۲۔ आ aa (آ)	۳۔ इ i (اِ)
۴۔ ई ii (ای)	۵۔ उ u (اُ)	۶۔ ऊ uu (اُو)
۷۔ ऋ ṛ (ررِی)	۸۔ ए e (اے)	۹۔ ऐ ai (اَے)
۱۰۔ ओ o (او)	۱۱۔ औ au (آوَ)	۱۲۔ अं aṁ (ان:ن ساکن)
۱۳۔ अः aḥ (اہ۔ہ ساکن)		

ان میں بارھویں اور تیرھویں حروفِ علت کی علامات کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔(ं - Anusvara) अनुस्वार ناک کی آواز کے لیے (مثلاً: man = मं)

۲۔(ः - Visarga) विसर्ग ہلکی سانس کی آواز (مثلاً: aḥ = अः)

تدریسی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ہر حرف کی آواز اور اس کے مخصوص نشان (मात्रा) کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں سمجھا جاسکتا ہے:

क = अ + क (کَ)

(کا) क + आ = का

(کی) क + इ = कि

(کی) क + ई = की

بارہ کھڑی (बारहखड़ी)

بارہ کھڑی (बारहखड़ी) ترکیب کا وہ بنیادی جدول ہے جس میں تمام حروفِ صحیح (ویانجن) کو تمام حروفِ علت (سور) کے ساتھ ملا کر لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ یہ ہندی لکھنا پڑھنا سیکھنے کی سب سے اہم بنیاد ہے۔ اس کے بغیر ہندی لکھنا پڑھنا ممکن نہیں ہے۔ یعنی ہندی حرفِ علت کی آواز اور اس کے مخصوص نشان جسے (मात्रा) کہا جاتا ہے، اسے ہندی حروفِ صحیح کے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا کر اس طرح ترتیب دیا جائے، جس سے سوروں (حروفِ علت) کا ابلاغ ممکن ہو سکے۔

क کے لیے مثال:

क + का कि की कु कू के कै को कौ कं कः

اسی طرح ह کے لیے:

ह + हा हि ही हु हू हे है हो हौ हं हः

بارہ کھڑی کی مدد سے ہندی زبان کے دو اور تین حرفی الفاظ لکھنا اور پڑھنا سیکھے جا سکتے ہیں۔ (جیسے: कमल, सब्जी ،मन)۔

بارہ کھڑی یعنی ماتراؤں کے مقابل اردو میں حروفِ علت یعنی اعراب کا استعمال ہوتا ہے جن کی تعداد تین ہے۔ (زیر: کسرہ)، (زبر: فتحہ)، (پیش: ضمہ) اس کے علاوہ اردو کے اعراف میں سے تشدید اور جزم بھی ہندی میں موجود نہیں ہیں۔ تشدید میں چوں کہ ایک حرف ساکن اور دوسرا متحرک رہتا ہے اور تلفظ میں ساکن نصف اور متحرک مکمل رہتا ہے۔ مثلاً (مصوّر)۔ ہندی میں تشدید کے لیے متعلقہ حرف کو لفظ میں دو بار دوہرایا جاتا ہے پہلے آدھا حرف اور پھر مکمل حرف لکھا جاتا ہے۔ مثلاً ہندی میں مصوّر کو یوں تحریر کیا جائے گا (मसव्वर)۔ غرض ایک علامت تشدید، کے نہ ہونے سے ہندی کی تحریر اور ترکیب میں مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں جو پیچیدگی اور طوالت پیدا کرتی ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے ذیل میں دو یا دو سے زیادہ حروف ہندی میں جب ملتے ہیں تو وہ اکٹھے کس انداز میں لکھے جاتے ہیں، پیش کیے جا رہے ہیں:

त् + त = त्त (tta)   क् + य = क्य (kya)

اس کے علاوہ ہندی کے دو اور سہ حرفی مرکبات ہیں جنھیں سینوکت کہا جاتا ہے۔ غرض ہندی حروفِ تہجی کے کُل پچاس حروف کے علاوہ دیگر زبانوں کو ادا کرنے کے لیے علامات لگائی جاتی ہیں۔ مثلاً اردو زبان کے حروف ،خ، ذ، ز، ض، ظ، غ، ف، ق وغیرہ ہندی زبان میں تحریر کیے جاتے ہیں تو بالترتیب ہندی حروف:

	क	फ	ग	ज	ज	ज	ज	ख
	ق	ف	غ	ض	ظ	ذ	ز	خ
انھیں یوں:	क़	फ़	ग़	ज़	ज़	ज़	ज़	ख़

تحریر کیا جاتا ہے۔ یعنی حرف کے نیچے ایک بندو (نکتہ) لگا دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ناگری خط میں (ر) کا استعمال بھی چار شکلوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً:

رچنا (रचना): اردو معنی، تخلیق، تصنیف۔

ورتمان (वर्तमान): اردو معنی، موجودہ زمانہ۔

پرچار (प्रचार): اردو معنی، چلن، دستور۔

رِشی (ऋषि) اردو معنی، عابد، زاہد، صوفی۔

اس کے علاوہ دیوناگری خط میں نون غنہ بھی مختلف شکلوں میں لکھا جاتا ہے۔ امثال دیکھیے:

اَنکُٹ (अंकुट): اردو معنی، چابی، کُنجی۔

آنگن (आँगन) اردو معنی، صحن۔

ناٹک (नाटक) اردو معنی، کھیل، تمثیل۔

ذیل میں سادہ ہندی حرف کو ان کی آواز کے ساتھ پہچاننے کے لیے چند الفاظ کی مثالیں دی جا رہی ہیں:

क - कमल (کمل)-کنول

ग - गमला (گملا)-گملا

म - ममता (ممتا)- ممتا

ہندی زبان میں آسان جملے (सरल वाक्य) یعنی الفاظوں کو ملا کر جملے بنانے کا طریقہ ذیل میں تحریر کیا جارہا ہے:

سادہ جملے:

यह किताब है। (یہ کتاب ہے۔) This is a book

वह लड़का है। (وہ لڑکا ہے۔) That is a boy

فاعل + فعل کے جملے:

राम खेलता है। (رام کھیلتا ہے۔) Ram plays

सीता गाती है। (سیتا گاتی ہے۔) Sita sings

سوالیہ جملے:

यह क्या है? (یہ کیا ہے؟) What is this?

तुम कैसे हो? (تم کیسے ہو؟) How are you?

ہندی رسم الخط کے اجمالی جائزے کے بعد ذیل میں ہندی زبان کے تعارف کو گرامر کے حوالے سے بھی اجمالاً پیش کیا جارہا ہے تاکہ اسلوبی مطالعہ کی مکمل بحث سامنے آسکے۔ صوتی، صرفی و نحوی سطح پر ہندی زبان کے مصمتے، مصوتے، افعال، ضمایر، سابقے لاحقے، حروف غرض محاورے اور ضرب المثال تک میں اردو زبان سے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ان بنیادی قواعد کی مزید وضاحت ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

۱۔ دونوں زبانوں میں اسم کی مختلف حالتوں کے اظہار کے قاعدے یکساں ہیں۔ یعنی اسم خاص وعام دونوں زبانوں میں ایک طرح کے استعمال ہوتے ہیں۔

۲۔ دونوں زبانوں کے لوازم اسم جنس، تعداد اور حالت یعنی تذکیر و تانیث یکساں صورتوں میں افعالِ جنس کے لحاظ سے تبدیل ہوتے ہیں۔ مذکر مونث اور تیسری قسم بے جان اشیا کی۔ مثلاً گھوڑا دوڑتا ہے اور گھوڑی دوڑتی ہے۔

۳۔ دونوں زبانوں میں علامتِ مصدر مثلاً آنا، جانا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا وغیرہ یکساں ہے۔

۴۔ گنتی کے اعداد دونوں زبانوں کے یکساں ہیں۔

۵۔ دونوں زبانوں کے ضمایر (حاضر، غائب، متکلم) یکساں ہیں۔ مثلاً تم، میں، وہ، ہم، اس کے وغیرہ

۶۔ دونوں زبانوں میں جمع بنانے کا قاعدہ بھی یکساں ہے۔ یعنی مفرد الفاظ کے آخر میں یاں، وں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

۷۔ دونوں زبانوں میں یکساں سابقے اور لاحقے لگا کر مرکب الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً دھوکے باز، چوردروازہ، وغیرہ

۸۔ دونوں زبانوں کے یکساں محاوروں کی تعداد کثرت سے ہے۔ مثلاً ہتھیلی پر سرسوں جمانا، ایڑی چوٹی کا زور لگانا، پانی پانی ہونا وغیرہ۔

۹۔ کہاوتوں اور تلمیحات کی تعداد میں بھی بہت یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً جس کی لاٹھی اس کی بھینس، بن واس لینا وغیرہ۔

۱۰۔ حروفِ ربط، عطف، تخصیص اور فجائیہ وغیرہ دونوں زبانوں میں یکساں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کا، کے، کی، میں سے کیا، کہ یا، لیکن، بلکہ، اگر، مگر، اے صاحبو وغیرہ۔ لیکن جدید ہندی زبان میں اب شعوری طور پر ان حروف کے لیے سنسکرت کے دقیق لفظوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ چند امثال دیکھیے:

۱۔ لیکن۔ بل کہ۔ کے لیے سنسکرت کا لفظ: کنتو (किंतु)

۲۔ اسی طرح۔ ایسے ہی، اور، کے لیے سنسکرت کا لفظ: تتھا (तथा)

۳۔ تاہم۔ لیکن، کے لیے سنسکرت کا لفظ: پَرنتو (परंतु)

سنسکرت کی طرف واپس پلٹنے کے حوالے سے شان الحق حقی کا تجزیہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جدید ہندی کی ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ الفاظ کی مروج پراکرتی شکلوں قبول کرنے سے عاری ہے اور 'تت بھو' سے ناتہ توڑ کے 'تت سم' پر آ گئی ہے۔ چلتے چلاتے الفاظ کو سنسکرت شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ پراکرت کی بجائے براہِ راست سنسکرت سے ناتہ جوڑ رہی ہے۔ دوسری طرف راجپوتانے اور ہریانے سے لے کر بہار تک تمام مقامی بولیوں کو 'ہندی' کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔ اردو نے 'تت بھو' کو قائم رکھا ہے اور اس لحاظ سے ان سب بولیوں سے ہندی کے بہ نسبت زیادہ قریب ہے۔ جدید ہندی اور اردو دونوں ہم اصل ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ جو رشتہ ان بولیوں کا اس سے ہو وہ اس سے نہ ہو، بلکہ ہندی تو عملاً ان سے ناتہ تور کر اور ہی راستے پر چل پڑی ہے، زیادہ بیگانی ہو گئی ہے۔"(۹)

اسی حوالے سے جدید ہندی اردو لغت کے مصنف نصیر احمد خان لکھتے ہیں:

"جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہند آریائی زبان کی نسبتاً جدید شکل شور سینی اَپ بھرنش نے دو آبہ کے علاقے میں کھڑی بولی کو جنم دیا۔ اس بولی میں سنسکرت کے تت سم اور تت بھو روپ دیوناگری میں ہندی، اور عربی و فارسی کی تت سم اور تت بھو شکلیں عربی و فارسی رسم الخط میں اردو کہلائیں۔ کھڑی بولی کے عوامی لہجے کو 'ہندستانی' کہا گیا جو انگریزوں کے دورِ حکومت

میں سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد ہندی میں سنسکرت کے تحت سم اور تت بھو کے روپوں پر خصوصی توجہ دی گئی یہاں تک کہ نئے الفاظ اور اصطلاحات کی اختراع کے وقت بھی اس کا خیال رکھا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ "مانک ہندی" کا تصور ابھرا اور اسے فروغ بھی ملا۔ اس اسلوب نے شمالی، مغربی اور وسطی ہندستان کی تعلیمی پالیسیوں کے ذریعے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنا شروع کر دیا۔"(۱۰)

دیکھا جائے تو اُردو اور ہندی زبان میں جہاں لسانی اشتراک اور مماثلتیں پائی جاتی ہیں، وہیں اختلاف کے پہلو بھی بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً ان دونوں زبانوں میں تلفظ، روزمرہ، محاورات اور ضرب الامثال، مرکباتِ لفظی (اضافت وغیرہ)، سابقے اور لاحقے، قوعدی زمرے، حروف، نحوی ساخت اور خصوصی طور پر ذخیرۂ الفاظ کی سطح پر نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دونوں زبانیں اپنی ادبی روایت، تلمیحات واشارات، تہذیب، تاریخ، غرض لسانی مزاج میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ دونوں زبانوں کی تہذیبی اصطلاحوں اور لفظیات کے ماخذ الگ ہیں، اور سب سے بڑھ کر دونوں زبانوں کا رسم الخط مختلف اور زبانوں کے دو الگ الگ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی ماخذ یعنی شورسینی اَپ بھرنش اور کھڑی بولی سے ارتقا پانے اور اس حوالے سے کہیں کہیں لسانی اشتراک ہونے کے باوجود دونوں زبانیں الگ ہیں اور انھیں الگ زبانوں کے طور پر ہی تسلیم کرنا چاہیے۔ ذیل میں بنیادی ہندی قواعد (व्याकरण) کی چند مثالیں مزید وضاحت کے لیے پیش کی جا رہی ہیں:

لنگ (लिंग)-جنس:

پُلنگ (पुल्लिंग)-مذکر: लड़का (لڑکا)۔ घर (گھر)۔

استری لنگ (स्त्रीलिंग)-مؤنث: लड़की (لڑکی)۔ किताब (کتاب)۔

فعل اور صفت کو جنس کے مطابق بدلنا۔ جیسے: لڑکا جاتا ہے (لڑکا جاتا ہے) لیکن لڑکی جاتی ہے (لڑکی جاتی ہے)

وچن (वचन)-عدد:

ایک وچن (एकवचन) - واحد: लड़का (لڑکا)

بہو وچن (बहुवचन) - جمع: लड़के (لڑکے)

سورنام (सर्वनाम)-ضمائر:

मैं (میں-میں)۔ तू (تو-تو)۔ आप (آپ-آپ)۔

यह (یہ - یہ)۔ वह (وہ-وہ)۔

ہندی وڑن مالا (हिन्दी वर्णमाला) یعنی ہندی حروفِ تہجی اور قواعد (व्याकरण) کے مختصر استعمال کے بعد دیوناگری رسم الخط میں ہفتے کے دنوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہفتے کے دنوں کے نام تقریباً اردو زبان کے مماثل ہی ہیں۔ لیکن دو دن جمعرات اور ہفتہ کے ایک سے زیادہ نام ہیں۔ ذیل میں ہندی دنوں کے نام بالترتیب ناگری خط، رومن، اردو نقلِ حرفی اور اردو زبان میں تحریر کیے جا رہے ہیں:

۱۔	रविवार	(Ravivār)	روی وار	اتوار
۲۔	सोमवार	(Somvār)	سوم وار	پیر
۳۔	मंगलवार	(Maṅgalvār)	منگل وار	منگل
۴۔	बुधवार	(Budhvār)	بدھ وار	بدھ
۵۔	गुरुवार	(Guruvār)	گرو وار	جمعرات
	वीरवार	(Virvār)	ویر وار	ایضاً
	बृहस्पतिवार	(Bṛhaspati Vār)	برہسپتی وار	ایضاً
۶۔	शुक्रवार	(Shukravār)	شُکر وار	جمعہ
۷۔	शनिवार	(Shanivār)	شنی وار	ہفتہ
	सनीचर	(Sanīchar)	سنیچر	ایضاً

اسی طرح موسموں کے ناموں کا مطالعہ کیا جائے تو ہندی میں موسم کو ऋतु (رِتو) کہتے ہیں ۔اردو میں چار موسم ملتے ہیں جب کہ اردو کی نسبت ہندی میں چھے موسم پائے جاتے ہیں درج ذیل میں ہندی موسموں کے نام بالترتیب ناگری خط، رومن، اردو نقلِ حرفی اور اردو زُبان میں تحریر کیے جا رہے ہیں اس کے علاوہ انگریزی مہینوں کے حوالے سے اُن کا دورانیہ بھی بتایا جا رہا ہے:

۱۔	वसंत ऋतु	(Vasant Ṛtu)	بسنت رِتو	بہار (فروری تا اپریل)
۲۔	ग्रीष्म ऋतु	(Grīṣhma Ṛtu)	گرِشم رِتو	گرمی (اپریل تا جون)
۳۔	वर्षा ऋतु	(Varṣhā Ṛtu)	ورشّا رِتو	برسات (جون تا ستمبر)
۴۔	शरद ऋतु	(Sharad Ṛtu)	شردھ رِتو	خزاں (ستمبر تا نومبر)

۵۔	हेमंत ऋतु	(Hemant Ṛtu)	ہیمنت رِتو	سرما(نومبر تا جنوری)
۶۔	शिशिर ऋतु	(Shishir Ṛtu)	شی شر رِتو	سردی(جنوری تا فروری)

علاوہ ازیں ہندو تقویم (ہندی مہینے) کے نام ہندی زبان یعنی ناگری خط، رومن، اردو نقلِ حرفی اور اردو زُبان میں مطالعہ کے لیے درج کیے جا رہے ہیں:

ا۔	चैत्र	(Chaitra)	چَیتر	مارچ/اپریل
۲۔	वैशाख	(Vaishākh)	وے شاکھ	اپریل/مئی
۳۔	ज्येष्ठ	(Jyēṣṭh)	جیشٹھ	مئی/جون
۴۔	आषाढ़	(Āṣāṛh)	آشاڑھ	جون/جولائی
۵۔	श्रावण	(Shrāvaṇ)	شرَاون	جولائی/اگست
۶۔	भाद्रपद	(Bhādrapad)	بھَادرپد	اگست/ستمبر
۷۔	आश्विन	(Āshvin)	آشاون	ستمبر/اکتوبر
۸۔	कार्तिक	(Kārtik)	کَارتِک	اکتوبر/نومبر
۹۔	मार्गशीर्ष	(Mārgaśīrṣh)	مَارگ شِرن	نومبر/دسمبر
۱۰۔	पौष	(Pauṣh)	پُوش	دسمبر/جنوری
۱۱۔	माघ	(Māgh)	مَاگھ	جنوری/فروری
۱۲۔	फाल्गुन	(Phālgun)	پھَال گُن	فروری/مارچ

انھی مہینوں کو انگریزی تقویم (انگریزی مہینے) میں ناگری خط، رومن نقلِ حرفی اور اردو زبان میں بھی پیش کیا جا رہا ہے:

ا۔	जनवरी	(Janvarī)	جنوری	
۲۔	फरवरी	(Farvarī)	فروری	
۳۔	मार्च	(Mārch)	مارچ	
۴۔	अप्रैल	(Aprēl)	اپریل	
۵۔	मई	(Maī)	مئی	
۶۔	जून	(Jūn)		جون
۷۔	जुलाई	(Julāī)	جولائی	

۷۔ अगस्त (Agast) اگست

۹۔ सितंबर (Sitambar) ستمبر

۱۰۔ अक्टूबर (Akṭūbar) اکتوبر

۱۱۔ नवंबर (Navambar) نومبر

۱۲۔ दिसंबर (Disambar) دسمبر

اسی طرح چاروں سمتوں کے نام بھی ہندی میں مختلف ہیں۔ یہاں ترتیب وار ناگری خط، اردو نقلِ حرفی، اردو اور انگریزی میں چاروں سمتوں کے نام تحریر کیے جا رہے ہیں:

۱۔ उत्तर (اُتّر) شمال (North)

۲۔ दक्षिण (دکشِنْ) جنوب (South)

۳۔ पूर्व (پورو) مشرق (East)

۴۔ पश्चिम (پشچِم) مغرب (West)

ہندی گنتی (دیوناگری) کا نظام بھی اردو زبان کی گنتی کے نظام کی طرح بنیادی دس اعداد پر مشتمل ہے۔ لیکن ہندی اعداد یعنی (संख्या) میں صفر शून्य (०) کو ایک عدد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ گنتی بھی ناگری رسم الخط کی طرح بائیں سے دائیں طرف لکھی جاتی ہے۔ بھارت میں سرکاری دستاویزات اور کرنسی (روپیہ) پر بھی یہی دیوناگری اعداد تحریر کیے جاتے ہیں۔ درج ذیل میں ہندی گنتی لفظوں، اعداد اور اردو لفظوں کے ساتھ تحریر کی جا رہی ہیں۔ نوٹ: کچھ اعداد کے تلفظ میں علاقائی اختلافات ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ۵۲ کو کہیں बावन (باون) اور کہیں बयावन (بیاون) بھی بولتے اور لکھتے ہیں:

لفظوں میں ہندی گنتی	اعداد میں	اردو میں	لفظوں میں ہندی گنتی	اعداد میں	اردو میں
एक	१	ایک	दो	२	دو
तीन	३	تین	चार	४	چار
पाँच	५	پانچ	छह	६	چھے
सात	७	سات	आठ	८	آٹھ
नौ	९	نو	दस	१०	دس
ग्यारह	११	گیارہ	बारह	१२	بارہ

چودہ	१४	चौदह	تیرہ	१३	तेरह
سولہ	१६	सोलह	پندرہ	१५	पंद्रह
اٹھارہ	१८	अठारह	سترہ	१७	सत्रह
بیس	२०	बीस	انیس	१९	उन्नीस
بائیس	२२	बाईस	اکیس	२१	इक्कीस
چوبیس	२४	चौबीस	تیئیس	२३	तेईस
چھبیس	२६	छब्बीस	پچیس	२५	पच्चीस
اٹھائیس	२८	अट्ठाईस	ستائیس	२७	सत्ताईस
تیس	३०	तीस	انتیس	२९	उनतीस
بتیس	३२	बत्तीस	اکتیس	३१	इकतीस
چونتیس	३४	चौंतीस	تینتیس	३३	तैंतीस
چھتیس	३६	छत्तीस	پینتیس	३५	पैंतीस
اڑتیس	३८	अड़तीस	سینتیس	३७	सैंतीस
چالیس	४०	चालीस	انتالیس	३९	उनतालीस
بیالیس	४२	बयालीस	اکتالیس	४१	इकतालीस
چوالیس	४४	चौंतालीस	تینتالیس	४३	तैंतालीस
چھیالیس	४६	छियालीस	پینتالیس	४५	पैंतालीस
اڑتالیس	४८	अड़तालीस	سینتالیس	४७	सैंतालीस
پچاس	५०	पचास	انچاس	४९	उनचास
باون	५२	बावन	اکیاون	५१	इक्यावन
چوون	५४	चौवन	تیرپن	५३	तिरेपन
چھپن	५६	छप्पन	پچپن	५५	पचपन
اٹھاون	५८	अट्ठावन	ستاون	५७	सत्तावन
ساٹھ	६०	साठ	انسٹھ	५९	उनसठ
باسٹھ	६२	बासठ	اکسٹھ	६१	इकसठ

چونسٹھ	६४	चौंसठ	تیرسٹھ	६३	तिरसठ
چھیاسٹھ	६६	छियासठ	پینسٹھ	६५	पैंसठ
اڑسٹھ	६८	अड़सठ	سڑسٹھ	६७	सड़सठ
ستر	७०	सत्तर	انہتر	६९	उनहत्तर
بہتر	७२	बहत्तर	اکہتر	७१	इकहत्तर
چوہتر	७४	चौहत्तर	تہتر	७३	तिहत्तर
چھہتر	७६	छिहत्तर	پچہتر	७५	पचहत्तर
اٹھہتر	७८	अठहत्तर	ستہتر	७७	सतहत्तर
اسّی	८०	अस्सी	اناسی	७९	उनासी
بیاسی	८२	बयासी	اکیاسی	८१	इक्यासी
چوراسی	८४	चौरासी	تراسی	८३	तिरासी
چھیاسی	८६	छियासी	پچاسی	८५	पचासी
اٹھاسی	८८	अट्ठासी	ستاسی	८७	सतासी
نوے	९०	नब्बे	نواسی	८९	नवासी
بانوے	९२	बानवे	اکیانوے	९१	इक्यानवे
چورانوے	९४	चौरानवे	ترانوے	९३	तिरानवे
چھیانوے	९६	छियानवे	پچانوے	९५	पचानवे
اٹھانوے	९८	अट्ठानवे	ستانوے	९७	सत्तानवे
سو	१००	सौ	ننیانوے	९९	निन्यानवे

الغرض دیکھا جائے تو ہندی زبان کو عملی نقطۂ نظر سے ایک ترتیب وار زبان کہا جا سکتا ہے اور اسے سیکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حروفِ تہجی (वर्णमाला) سے آغاز کیا جائے اور بتدریج قواعد اور مکالمے کی طرف بڑھا جائے۔ ہندی زبان کو سیکھنے کے لیے مشق (अभ्यास) کو جاری رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ روزانہ لکھنے اور پڑھنے کی مشق ہندی زبان کی بنیاد کو بہتر انداز میں سیکھنے کے لیے معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ڈاکٹر شوکت سبزواری، مشمولہ؛نگار۔ (لکھنؤ: بابت اگست ۱۹۵۱ء)،۳۱۔

(۲) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ناگری،رومن اوراردو رسم الخط کاقضیہ، مشمولہ؛اردو زبان اور اردو رسم الخط۔ مرتب؛پروفیسر فتح محمد ملک، (اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان،۲۰۰۸ء)،۳۳۴۔

(۳) محمد حسن،ہندی ادب کی تاریخ،(دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس،۲۰۰۷ء)،۱۹۔

(۴) ایضاً۔

(۵) ڈاکٹر پرکاش مونس، اردوادب پرہندی ادب کااثر،(الہٰ آباد: نیشنل آرٹ پرنٹرس،۱۹۷۸ء)،۱۴۔

(۶) سید مسعود حسن رضوی ادیب، اردوزبان اوراس کارسم الخط،(لکھنؤ: نظامی پریس کتاب نگر، ستمبر ۱۹۶۱ء)،۱۱۔

(۷) گیان چند جین،لسانی مطالعے ،(لاہور: فکشن ہاوس،۲۰۱۸ء)، ۱۷۶۔

(۸) ایف۔ای۔کے(F.E.Key)،اے ہسٹری آف ہندی لٹریچر،(میسور: ۱۹۲۰ء)،۸۸۔

(۹) شان الحق حقی،جامع الامثال،مرتبہ: وارث سرہندی، (اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان،۲۰۱۸ء)۔vii

(۱۰) نصیر احمد خان، جدید ہندی: اردو لغت(جلد اول)، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۰۰۵ء)،دیباچہ

References

(1) Dr. Shokat Sabzwari, (incl.) *Nigar*, (Lakhnaw: August 1951), p.31

(2) Dr. Farman Fatehpuri, *Naagri*, *Roman aur Urdu Rasmul Khat ka Qazia*, (Incl.) Urdu Zuban aur Urdu Rasmul Khat, (Comp.) Prof. Dr. Fateh Muhammad Malik (Islamabad: Idarah Farogh-e Qaumi Zuban, 2008), p.334.

(3) Muhammad Hasan, *Hindi Adab ki Tarikh*, (Delhi: Educational Publishing House, 2007), p19.

(4) Ibid

(5) Dr. Parkash Moons, *Urdu Adab Par Hindi Adab ka Asar*, (Aala Abad: National Art Printers , 1978), p.14

(6) Syed Masood Hasan Rizwi Adeeb, *Urdu Zuban aur us ka Rasmul Khat*, (Lakhnaw: Nizami Press Kitab Nagar, September 1961), p.11

(7) Giyan Chand Jain, *Lisani Mutala'y*, (Lahore: Fiction House, 2018), p.176

(8) F.E. Key, *A History of Hindi Literature*, (Mesoor: 1920), p.88.

(9) Shan ul Haq Haqqi, *Jameh al-Misal,* (Comp.) Waris Sarhindi, (Islamabad: Idara Farogh-e Qaumi Zuban, 2018), p.vii.

(10) Naseer Ahmad Khan, *Jadeed Hindi: Urdu Lughat (Vol. 1)*, (New Delhi: Qaumi Council for Farogh-e Urdu Zuban, 2005), p.Deebash.

❖❖❖